4815CH02

ہندوستان جنّت نِشان

صالحہ عابد حسین

پیدائش : 1913 وفات : 1989

صالحہ عابد حسین کا اصل نام مصداق فاطمہ تھا۔ وہ پانی پت میں پیدا ہوئیں۔ ان کا تعلق حالی کے خاندان سے تھا۔ ان کی شادی ڈاکٹر عابد حسین سے ہوئی تھی، جو اپنے زمانے کے ممتاز دانشور تھے۔

صالحہ عابد حسین کے اہم ناول یادوں کے چراغ، قطرے سے گہر ہونے تک، اپنی اپنی صلیب، ساتواں آنگن اور راہِ عمل ہیں۔

انھوں نے افسانے بھی لکھے ہیں۔ ان کے کچھ مجموعوں کے نام اس طرح ہیں: نقشِ اوّل، سازِ ہستی، دردِ درماں، تین چہرے، نراس میں آس وغیرہ۔ صالحہ عابد حسین نے بچوں کے لیے بھی کہانیاں اور مضامین لکھے ہیں، جیسے سنہرے بالوں والے، بچّوں کا دیس، بہار سندر، اور بچّوں کے الطاف حسین حالی وغیرہ۔ ان کی خود نوشت سوانح حیات کا نام سلسلۂ روز و شب ہے۔

صالحہ عابد حسین نے اپنی تخلیقات کا موضوع متوسط طبقے کے عام سماجی اور نفسیاتی مسائل کو بنایا ہے۔ ان کی زبان عام فہم اور سادہ ہے۔

اس مضمون میں صالحہ عابد حسین نے کشمیر، بھوپال، آگرہ اور حیدرآباد کے اپنے سفر کا بیان بڑے دلچسپ انداز میں کیا ہے۔

© NCERT not to be republished

شادی کے بعد میں نے اپنے شوہر سے ایک ہی فرمائش کی تھی کہ مجھے سیاحت کا بہت شوق ہے۔ اور انھوں نے وعدہ کیا تھا کہ ہم دونوں انشاء اللہ ہندوستان دیکھیں گے بلکہ باہر کے ملکوں کی بھی سیاحت کریں گے۔ گزشتہ اڑتیس چالیس سال کے عرصے میں میں نے ہندوستان اور ہندوستان سے باہر جتنی سیاحت کی وہ میرے طبقے اور میری

حیثیت کی عورتوں کے نصیب میں بہت کم آتی ہے۔

میری صحت کی کمزوری کی وجہ سے عابد صاحب گرمی میں دِلّی سے باہر کسی پہاڑی مقام پر جانے کا پروگرام بنایا کرتے تھے۔ زمانہ سَستا تھا۔ کرائے کم تھے۔ پہاڑ پر ٹھہرنے کا انتظام کسی دوست کی وَساطت سے مفت یا بہت کم پیسوں میں ہو جاتا تھا۔ وہاں جا کر ہم دونوں لکھنے کا کام بھی کرتے تھے اور سیر بھی۔ اسی طرح میں نے ہندوستان کے پہاڑی مقامات دیکھے۔ شملہ، نینی تال اور رانی کھیت کی بھی سیر کی۔ مہابلیشور تین دن جا کر رہے۔ یہ بڑا ہی سرسبز پُر فضا اور دل کش مقام ہے۔ لیکن سب سے زیادہ سیر میں نے کشمیر کی کی ہے۔ سری نگر اور آس پاس کے علاقے تو چھان ہی ڈالے۔ اس کے علاوہ پام پور، سون مرگ، یوس مرگ، مانس بن جھیل جس کے چاروں طرف کنول کے پھولوں کے تختے اُسے عجیب حُسن بخشتے ہیں۔ اچھا بل، کُکر ناگ، اننت ناگ کے آب حیات کے سے چشمے دیکھے۔ ان کا ٹھنڈا میٹھا پانی پیا۔ اور ان کے حُسن سے آنکھوں کو تراوٹ بخشی۔ ڈائل کا جھولتا پل خود ایک عجیب چیز ہے اور پھر دریا کا حُسن اور اُس کے رنگ برنگے پتھّر جو جواہرات کو مات کرتے ہیں۔ اننت ناگ کی جھیل مقدس مانی جاتی ہے۔

جموں کے راستے سری نگر آتے جاتے کئی بار ویری ناگ جھیل کو دیکھا۔ حسبِ دستور مغلوں نے اس کے گرد بھی

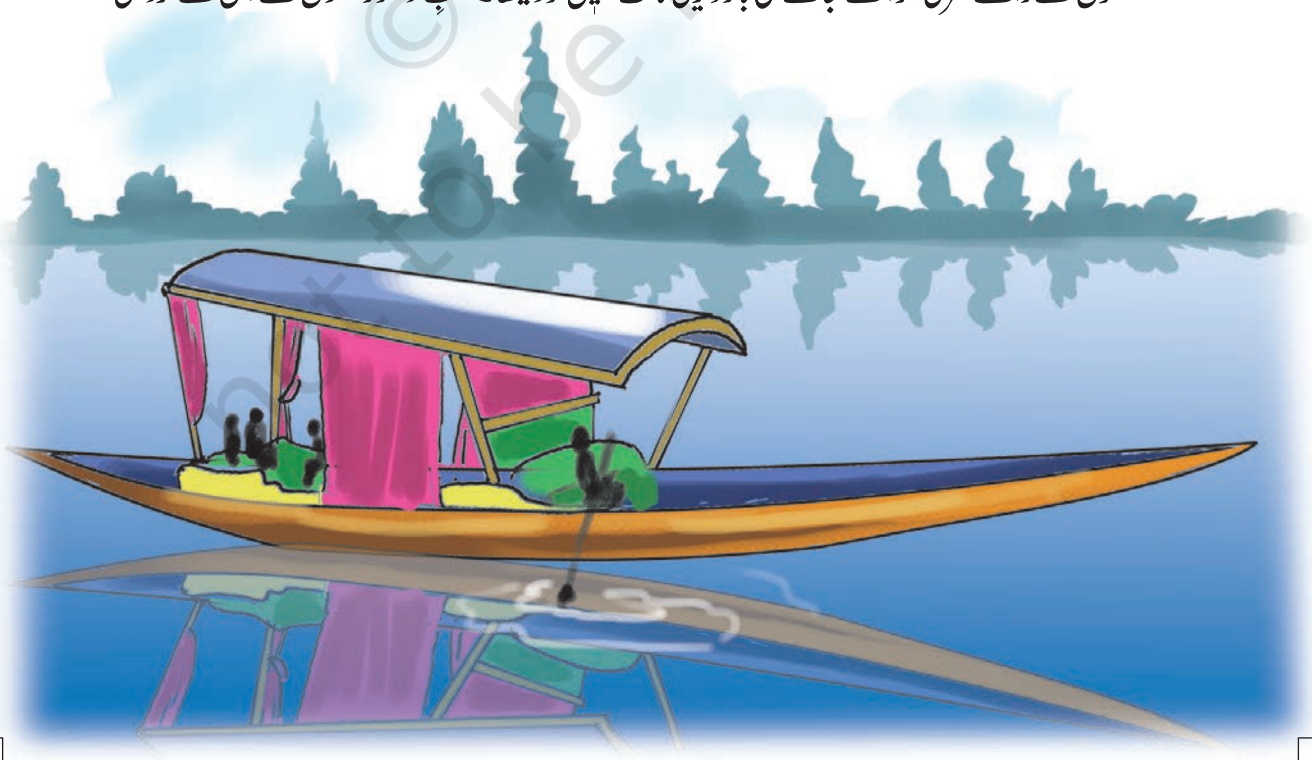

© NCERT not to be republished

ایک وسیع اور حسین باغ بنوا دیا تھا۔ اس جھیل کی گہرائی کی کوئی حد نہیں ہے۔ اسی سے دریائے جہلم نکلتا ہے۔ ہزاروں برس سے کروڑوں ٹن پانی اس میں بہتا رہتا ہے۔ اور دریائے جہلم میں کبھی پانی کی کمی نہیں ہوتی۔

یوں تو کشمیر کا چپہ چپہ جنتِ ارضی معلوم ہوتا ہے لیکن مجھے پہلگام سب سے زیادہ پسند ہے۔ اس کی سیر سے جی کبھی نہیں بھرتا۔ پہاڑوں کی شان وشوکت و سرسبزی اور درختوں اور پھولوں کی شادابی، دریائے لدّر کا بے مثال حُسن، جس کے شفاف پانی نے اس چھوٹی سی وادی کو سچ مُچ وادیٔ مینو اساس بنا دیا ہے۔ پہلگام سے اوپر اونچی پہاڑیوں پر جائیے اور شاندار اور خوبصورت مناظر ملتے ہیں۔ آڑوٗ اور چندن واڑی کی بلندیوں پر تو ہم سب گئے ہیں اور راستے میں تڑپتا ہوا چشموں کا سیماب اور بہتی ہوئی چاندنی کی سی آبشاریں، اونچی اونچی برف پوش چوٹیاں اور گہری سرسبز وادیاں ایک طرف نظروں کو اسیر کر لیتی ہیں تو دوسری طرف گھوڑوں کے پھسل جانے کے ڈر سے خوف بھی معلوم

© NCERT not to be republished

ہوتا ہے۔ چندن واڑی پہنچ کر دور تک چشمے پر جمی ہوئی برف سڑک کے مانند دیکھی۔ اس پر چلے برف توڑ کر کھائی اور سردی سے جم جم سے گئے۔

گُل مَرگ کئی بار گئے۔ زمردیں پیالے کی سی نو ہزار فیٹ کی بلندی پر یہ وادی، حُسن و شادابی کا بڑا ہی دِلکش منظر پیش کرتی ہے۔ اس سے تین میل نیچے ٹنگ مرگ کی وادی ہے جس کا چشمہ دریا کے برابر چوڑا ہے اور ایسے ایسے رنگ اور منظر دکھاتا ہے کہ ''سبحان تیری قُدرت'' بے اختیار منہ سے نکلتا ہے۔ دریا، چشمے، سمندر، بہتا پانی میری کمزوری ہے۔ اس کا حُسن مجھے مسحُور کر دیتا ہے۔ گُل مَرگ سے تین میل پتلی پگڈنڈیوں پر پیدل یا ٹٹّو پر سوار ہو کر کھِلن مرگ جاتے ہیں۔ یہاں برف جمی ملتی ہے اور ایک طرف دوُر سری نگر کی وادی؛ اور دوسری طرف ہمالیہ کی سر بفلک برف کا تاج پہنے مشہور چوٹیاں نظر آتی ہیں۔ یہاں کی ہوا ہلکی ہے میرا سانس رکتا محسوس ہوتا تھا مگر اس وقت ان باتوں کی پروا کِسے تھی۔

پہاڑوں کے علاوہ میدانی علاقوں کی سَیر بھی میں نے خوب خوب کی۔ دیہات اور گاؤں نِسبتاً کم دیکھے اور شہروں میں زیادہ گئی۔ پونا ایک بار تو چند دِن کی سیر کو گئی تھی۔ مغربی گھاٹ پر ننّھی پہاڑیوں پر بسا یہ شہر آس پاس کا

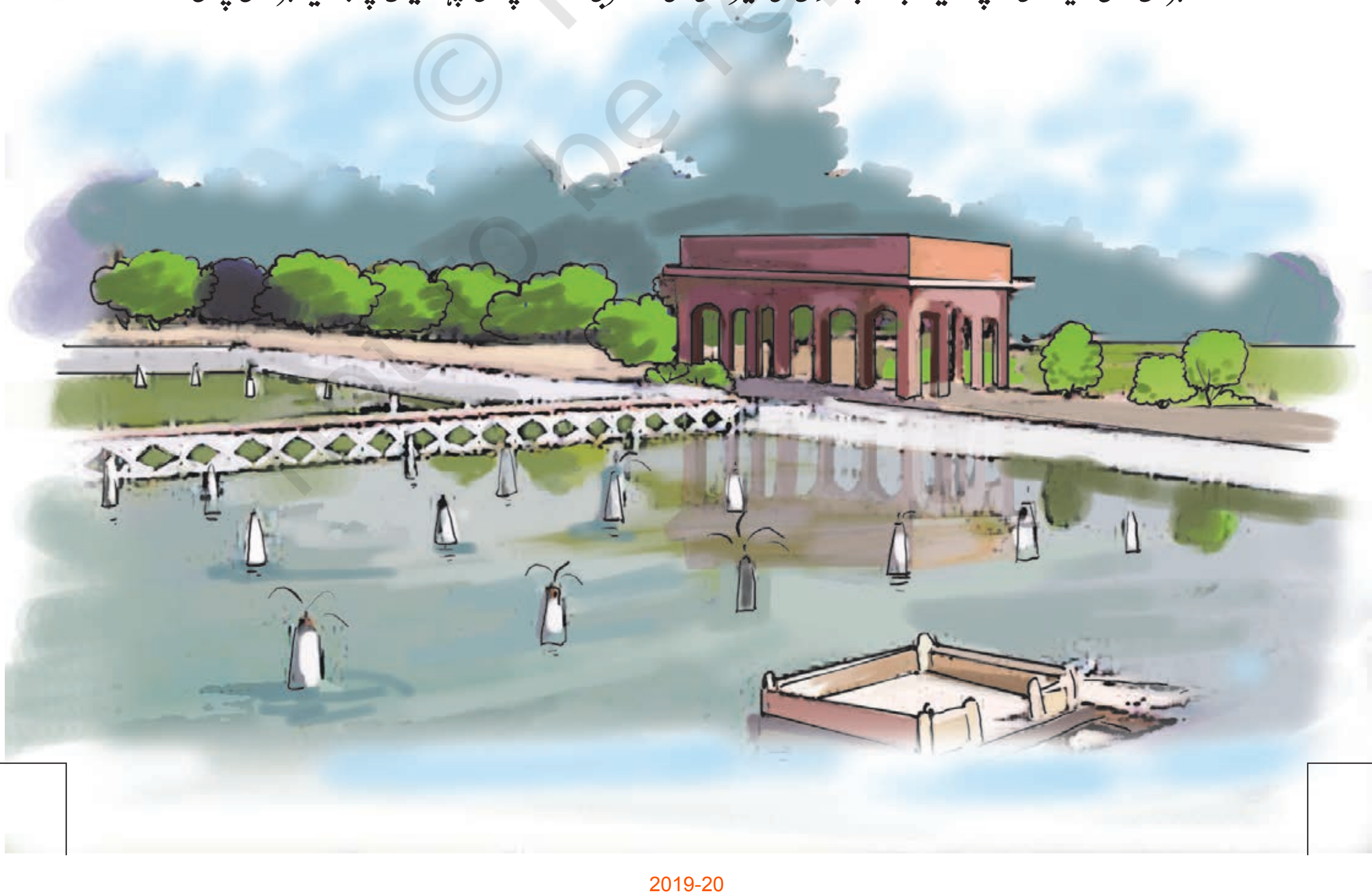

سر سبز علاقہ دیکھنے کے قابل ہے۔ بمبئی تو بیسیوں بار گئی ہوں۔ شروع میں پورے بمبئی اور آس پاس کی سیریں خوب کیں مگر چند دن سے زیادہ وہاں جی نہ لگتا تھا۔ وہاں کا شور وغل میری برداشت سے باہر تھا۔ لیکن بمبئی کا سمندر گیٹ وے آف انڈیا، جوہو، چوپاٹی، میرین ڈرائیو، ہینگنگ گارڈن مجھے بہت پسند ہیں اور سمندر میں ڈوبتے اور طلوع ہوتے ہوئے سورج کا نظارہ، اور شام کی کرنوں سے چمکتے مچھیروں کی کشتیوں کے بادبان، میری نظروں کو باندھ لیتے تھے۔ جوہو پر سمندر کا جوار بھاٹا، تاڑ کے درختوں میں سے جھانکتا پورا چاند، اور سمندر پر جوار بھاٹے کا نظارہ، یہ سب میری دلچسپی کی چیزیں تھیں اور ہیں۔

بھوپال عابد صاحب کا وطن ثانی تھا۔ وہاں تین بار گئی اور صرف بھوپال ہی کی نہیں آس پاس کی سیر بھی کی۔ بھوپال سے واپسی پر آگرے کی سیر بھی کی، تاج کو دِن میں بھی دیکھا اور چاندنی رات میں بھی۔ پہلی بار تاج کو دیکھ کر جو اثر ہوتا ہے، جس طرح انسان مسحُور ہو جاتا ہے، محبت اور عقیدت کا یہ شاہکار جس طرح دل میں بس جاتا ہے، اسے محسوس کیا جا سکتا ہے بیان نہیں۔ اس پر کندہ کلام پاک کی سوُرتیں پڑھی ہیں اور ان فن کاروں کو خراجِ عقیدت پیش کیا جنھوں نے یہ کمال دِکھایا ہے۔ تاج کی جالیوں کی نفاست اور باریکیوں پر سر دُھنا ہے۔ اس کے گنبد اور میناروں غرض ہر ہر چیز کو دیکھا ہے اور سوچا ہے کہ اِنسان کی حُسن کاری، نفاست اور محنت کا اس سے بڑھ کر شاہکار شاید کوئی اور نہیں ہوگا۔ یہ عمارت نہیں آرزو مجسم ہوگئی ہے۔

آگرے اور تاج کے ساتھ مجھے اجنتا اور ایلورا کی سیر یاد آ گئی۔ ہم نے اورنگ آباد کی تاریخی عمارتوں اور حیرت انگیز چیزوں کی سیر کی۔ بی بی کا روضہ، چھوٹا سا تاج محل کہا جا سکتا ہے۔ اجنتا کے آس پاس کا قدرتی منظر بہت ہی دِلکش ہے۔ میں نے یہ بات محسوس کی کہ ہمارے ہندوستانی رشیوں منیوں نے جہاں بھی عبادت گاہیں یا خانقاہیں بنوائیں تو سر سبز اور قدرتی حسن سے مالا مال علاقے چنے ہیں۔ دنیا کی سب لذّتیں ترک کر دیتے تھے۔ مگر حُسنِ قدرت سے لطف اندوز ہونے کی صلاحیتیں ان میں غیر معمولی تھیں۔

حیدرآباد بھی ان مقامات میں سے ہے جن کو دیکھنے کی بچپن سے آرزو تھی۔ ایک گرمی میں ہم نے وہاں جانے کا پروگرام بنایا۔ حیدرآباد اور اس کے آس پاس کے سارے علاقے کی خوب سیر کی۔ اتنا ہی نہیں یہاں کے

ہر طبقے کی زندگی،تقریبات اور رہن سہن کو دیکھا۔ یہاں کے لوگوں کے خلوص اور ادب نوازی سے متاثر ہوئی۔ عثمانیہ یونیورسٹی کئی بار جا کر دیکھی۔ اس کی قدیم مرکزی عمارت اتنی خوبصورت شاندار ونفیس ہے کہ بے اختیار منہ

سے نکلا کہ علم کا یہ مندر حیدرآباد کی سب سے خوبصورت چیز ہے۔حیدرآباد کے آس پاس کے سارے ساگر دیکھے۔ گولکنڈہ قلعہ کو خوب گھوم پھر کر دیکھا اور مرعوب ہوئی۔ سالار جنگ میوزیم کی دوبارہ زیارت کی مگر تشنگی باقی رہی۔ ایک شخص نے ہزاروں نوادرات،جن میں سے ہر ایک اپنے رنگ میں لاجواب ہے کس طرح جمع کر ڈالے، یہ خود ایک حیرت ناک چیز ہے۔وہاں کی مساجد اور امام باڑے بھی دیکھنے کے قابل ہیں۔نوبت پہاڑ سے سارا شہر نظر آتا ہے۔

(صالحہ عابد حسین)

سوالات

1. شادی کے بعد مصنفہ نے اپنے شوہر سے کیا فرمائش کی؟
2. مصنّفہ نے کشمیر میں کن مقامات کی سیر کی؟
3. تاج محل کو دیکھ کر کیا محسوس کیا؟
4. مصنّفہ حیدرآباد کے کون کون سے مقامات سے متاثر ہوئیں؟
5. اپنے کسی سفر کا حال لکھیے۔

© NCERT not to be republished